INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

دانائی ا ور حکمت کےمعنٰی ومفاہیم: ایک فلسفیانہ تجزیاتی مقالہ

THE MEANINGS OF THE 'WISDOM' AND THE 'HIKMAT': A PHILOSOPHICAL AND ANALYTICAL DISCOURSE

Dr. Muhammad Iqbal Shah [1], Dr. Ali RazaTahir [2]

Affiliations:

[1] Professor of Philosophy
Government Islamia Graduate College, Chiniot, Pakistan.
E-mail: philosophypak@gmail.com
ORCID# 0009-0001-2685-072X

[2] Associate Head, School of Religion & Philosophy,
Minhaj University, Lahore
Email: aliraza.srp@mul.edu.pk
ORCID# 0009-0002-9097-7693

Corresponding Author/s Email:
officialdocumentjc63@gmail.com

Copyright:
Author/s

License:

CC BY NC SA

Abstract

*The words **'Wisdom'** and **'Hikmat'** are generally used as synonyms, but in fact, they narrate different contents on epistemological grounds. In critical analysis, they both belong to epistemology, which is the branch of philosophy that deals with the questions relating to the sources, clarification of the meanings and definition of knowledge. On these grounds, this article proves that they are not the same things but they are two different stages of the same field of knowledge. Here the question of their status will be the focus on etymological, epistemological, theological, and philosophical basis.*

*These fields are necessary to be consulted because etymology is the science that tells about how a word originates e.g. Hikmat or Hikmah and how it evolved in various languages and how the same meaning having different words took the present shape through ages chronologically. Epistemology, which deals with the contents and sources of knowledge e.g. what, is **Hikmat?** What are its sources? How it is related to sense organs and how it is related to insight instead of sensations and experimental knowledge? Theologically, how 'Hikmat' claims to be a source of knowledge which has no roots in human experiences and how it can prove itself as above rationalism and finally, philosophy is the subject that has a great element of doubt in its investigations and it also claims to be a 'lover of wisdom' or Hikmat, then how can it synchronize 'doubt' and 'wisdom' or 'Hikmat'.*

Keywords:
Epistemology, Phronesis, Hikmat, Sophi, Theology, Wisdom.

خلا صہ:

دانائی ا ور حکمت ایسے دو الفاظ ہیں جنہیں مترادف الفاظ کے طور پراستعمال کیا جاتا ہے، مگر درحقیقت علمیاتی بنیادوں پر یہ دونو مختلف مفاہیم کو بیان کرتے ہیں۔ تنقیدی اور تجزیاتی طور پر ، یہ فلسفہ کے شعبہء علمیات سے متعلق ہیں۔اس شعبہ میں ایسے سوالات سے بحث کی جاتی ہے جو علم کے مآخذ، الفاظ کے معنی کی وضاحت، اور علم کی تعریف سے متعلق ہوتے ہیں۔ان بنیادوں پر یہ مقالہ یہ ثابت کرے گا کہ یہ دونوں مترادف اصطلاحات نہی بلکہ شعبہء علمیات کے دو مختلف درجات ہیں۔ اس مقالہ میں، علم اشتقاق اصطلاحات، علمیات، الہیات اور فلسفیانہ بنیادوں پر ان اصطلاحات کے علمی درجے سے متعلق سوالات سے بحث کی جائےگی۔

ان علوم کو زیرِ بحث لانے کی وجوہات یہ ہیں کہ علم اشتقاقِ اصطلاحات ،الفاظ کے مآخذ سے بحث کرتی ہے مثلاً 'حکمت' یا 'حکمۃ ' کا لفظ کیسے بنا، مختلف زبانوں میں اسکا ارتقاء کیسے ہوا ،ہر زبان میں الفاظ تو مختلف استعمال ہوئے مگر ارتقائ و تاریخی معنیٰ وہی رہے حتیٰ کے فی زمانہ وہی معنی اب تک کس مفہوم میں مستعمل ہیں۔علمیات کا تعلق علم کے ذرائع اور مآخذسےہے مثلاً 'حکمت' کیا ہے؟ اس کے ذرائع کیا ہیں؟ یہ کس طرح ذرائع تحسُسات سے متعلق ہے، اس کا تجرباتی علوم اور ذرائع کی نسبت 'بصیرت'سے کیا تعلق ہے۔ الہٰایاتی حوالے سے 'حکمت'کس طرح ذرّیعہ علم قرار دی جا سکتی ہے جب کہ اس کے مآخذ انسانی تجربات بھی نہی ہیں مذید یہ کہ اس کا دعویٰ ،عقلیات سے بالا تر ہونے کا بھی ہے۔ اور مذہب اسے خاص لوگوں تک محدود کر کے 'خیرِکثیر ' کا درجہ دیتا ہے۔ آخر میں علمِ فلسفہ جو کہ خود کو 'حکمت سے محبت ' کا علم قرار دیتاہے، اور جس کی علمی تحقیقات کا بڑا حصہّ ہے ہی تشکیک سی متعلق ،تو وہ کس طرح 'حکمت ، دانائ' او ر 'تشکیکیت' کو ہم آہنگ

کرسکتا ہے۔

کلیدی الفاظ:
علمیات، فرو نیسیس، حکمت، سوفی، الہٰیات، دانائی

اِبتدائیہ:
کسی بھی علم سے متعلق ابتدائ بحث کا آغاز اس علم کےنام ،مآخذا ور نوعیت سے کیا جاتا ہے۔ عام علوم کے ناموں کا مآخذ بالعموم یونانی یا لاطینی ہوتے ہیں جبکہ مشرقی علوم کے مآخذ عربی زبان پر منحصر ہوتے ہیں۔علوم کی تمام شاخوں کا تجذیہ کیا جاے تویہ آشکار ہوتا ہے کہ،علم کی ہر شاخ کسی خاص شعبہ سےمتعلق معلومات تو فراہم کرتی ہیں مگر کوئی بھی علم نہ تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی حیثیت کُلی علم کی ہے نہ ہی یہ دعویٰ کرتا کہ وہ 'حکمت 'کا علم ہے۔ اگرچہ ہر علم میں حکمت کے عناصر ہوتے ہیں کیونکہ اِن کی عدم موجودگی میں کوئ بھی علم اپنی افادیت نہ تو برقرار رکھ سکتا ہے نہ ہی إنسانی ذہن کی تشفی کرسکتا ہے۔ علوم إنسانی میں جہاں تک علم فلسفہ کا تعلق ہے اس علم کا نام ہی اس بات کا دعو یدار ہے کہ یہ حکمت کا علم ہے۔ علمِ فلسفہ کو انگریزی زبان میں'فلوسفی' یا 'فلاسفی 'کہا جاتا ہے جو کہ دو یونانی الفاظ 'فلو' اور 'سوفی ' کا مجموعہ ہے ۔[i] إن دونوں الفاظ کے بالترتیب معنیٰ 'محبت' اور 'دانائ یا حکمت'کے ہیں۔ مجموعی طور پر اس لفظ کے معنیٰ ' دانائ یا حکمت سے محبت' کے ہیں۔ بظاہر یہ سادہ سا تجزئیہ دلنشین لگتا ہے مگر مشکلات کےطوفان کا سامنا اس وقت ہوتا ہے جب ہم لفظ'حکمت و دانائ' کے معنئ جاننے پر اصرار کریں۔

عالم و حکیم میں اصطلاحی فرق
بالعموم دونوں الفاظ' علم اور حکمت' کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے مگر اس مقالہ میں یہ وضاحت کی جاے گی کہ دونو کے معنی و مفہوم اوراستعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تمام علوم 'علم' فراہم کرتے ہیں مگر کوئ بھی 'حکمت' کے فراہم کرنے کا اہل اور مجاز نہی، وجہ یہ ہے کہ علم تو إنسانی حواس اور عقل کے زرائع سے حاصل ہوتا ہے اور ہر فرد اس کی تفہیم رکھتا ہے مگر 'حکمت' کا درجہ علم سے ماوراٰ ہے۔حواس و عقل کے ذریعے سے علم کے حصول سے ہر کوئی عالم تو بن سکتا ہے مگر حکمت کا حصول ان سے ماوراْ صلاحیتوں کا متقاضی ہے، اہل علم سے دنیا بھری پڑی ہے مگر اہل حکمت کی تعداد محدودِ چند ہے۔اردو زبان میں اہل علم کے لیئے لفظ 'عالم' استعمال کیا جاتا ہے جب کہ اہل حکمت و دانائی کے لیئے'حکیم اور دانا' کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔انگریزی زبان میں اہل علم کے لیئے 'اسکالر' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ 'اہل دانائ، اہل دانش یا اہل حکمت ' کے لیے لفظ 'فلاسفر' مستعمل ہے۔ اس تمام بحث اور معنی کی وضاحت سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی علم کا حامل، اہل علم توکہلوا سکتا ہے مگر اہل دانائی یا حکیم اور فلاسفر کہلوانا کچھ اور اوامر کا متقاضی ہے نیز اول الذکر کا مرتبہ ، درجہ ،ثانی الذکر سے کم تر ہے۔

'حکیم' بطور فیلسوف اور'حکیم' بطور طبیب کی وضاحت:
یہاں یہ امر انتہائی توجہ کا مستحق ہے کہ موجودہ زمانے میں 'حکیم'سے مراد 'طبیب ' ہے جو جڑی بوٹیوں کے استعمال سےبیماریوں کا علاج کرتے ہیں، یہ موجودہ معنی ، لفظ 'حکیم'کے لیئے غلط استعمال کیے جاتے ہیں۔ 'حکیم' سے مراد وہی ہے جو انگریزی میں فلاسفر اور عربی میں 'فیلسوف'کے ہیں ۔ اللہ پاک کا صفاتی نام بھی حکیم ہے لیکن انسانی صفات کے حوالے سے لفظ حکیم سے مراد ڈاکٹر یا طبیب ہی مروج ہے ۔[ii] طبیب کے معنئ انگریزی کے 'فزیشن 'کے برابر ہیں۔ موجودہ مقالے میں 'حکیم' سے مراد' فلاسفر یا فیلسوف' اور 'اہل حکمت' لیا جاے گا ، حکیم کے بطور 'طبیب'کےغلط العام مفہوم کو استعمال میں نہی لایا جاے گا۔حکمت اور طب دونو الگ الگ شعبہ ہاےعلم ہیں لیکن ان کو متبادل گرداننے کی روایت قیاساً یونانیوں سے عربوں میں آئ ہے۔ جب کہ فرد واحد ہی کئی علوم کا ماہر ہوتا تھا جس میں، فلسفہ اولیٰ ، علمیات، اخلاقیات ، ریاضی، طبعیات، موسیقی، فلکیات اور طب وغیرہ شامل ہوتے تھے یہی پہلو مسلم حکما ء و فیلسوف کےحوالے سے مدِنظر رکھنا چاہیے جو بیک وقت کئی علوم پر دسترس رکھتے تھے ۔ رفتہ رفتہ علوم کی وسعت و اِختصاصی نکتہِ نگاہ کی بنا پر اور حکماء کے میدانِ عمل کی بنا پر یہ اختصاص مختلف علوم کی جداگانہ حیثیت کی وجۂ تسمیہ بنا ۔ لیکن لفظ حکیم اور طبیب اپنے قدیم انداز میں ہی مستعمل رہا اس کی وجہ شائد یہ ہو کہ حکیم ،کأینات کے اسرار و رموز پر اور واقعات کے اسباب و نتائج پرغور فکر کرتے تھے نیز ذہنی الجھنوں کا حل تلاش کرتے تھےجب کہ طبیب،انسان و حیوان کے امراض کےاسباب، جڑی بوٹیوں کے استعمال کے اثرات، ادویات کی تیاری کے پیچیدہ مراحل اور لوگوں کی جسمانی صحت یابی سے متعلق رہتے تھے ۔یہی وجہ تھی کہ حکیم اور طبیب کے الفاظ ہم معنی مستعمل رہے۔

علم اور حکمت کی اِصطلاحات کے مابین فرق:
حکمت (وزڈم) کی اصطلاح دنیا کی ہر ثقافت اور تہذیب، ہر زبان اور مذہب ، اور ہر ادب میں تحریری یا زبانی و کلامی انداز ستعمال کی گئی ہے۔ تاریخ کے ادوار کا جائزہ اس بات کا عکاس ہے کہ ہر ثقافت، علاقہ، مذہب، زبان میں حکمت کا اپنا آئیڈیل ہے اور اس کا درجہ علوم سے ماورا تسلیم کیا گیا ہے۔ حواس کا کام اطلاعات کی فراہمی ہے ، ہر فرد چاہے وہ عقل سے بے بہرہ ہی کیوں نہ ہو اگر حواس اپنا کام کر رہے ہیں تو وہ ان بیرونی مہیجات سے اطلاعات وصول کرتا ہے یہ اطلاعات اس کےروزمرہ

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

کے علم کا تانا بانا ہوتی ہیں۔ دوسرا درجہ علم کا وہ ہوتا ہے جس میں حواس کی فراہم کردہ اطلاعات کو ایک منظم طریقہ پر استوار کیا جاتا ہے ایک خاص موضوع کا انتخاب کر کے معلومات کو ترتیب دے کر کوئ ماہرعلم اس تمام ذخیرہ معلومات کو منظم طریقہ سے ایک خاص ماحول میں متعلقہ علم کے سیکھنے والوں تک اس تمام علم کی ترسیل کرتا ہے۔ گویا پہلے درجہ علم میں انسان و حیوان صرف اعضائے حواس پر انحصار کرتے ہیں اور اعلیٰ عقلی صلاحیت کی کوئی خاص ضرورت نہی ہوتی۔درجہ ثانی میں حواس کے علاوہ ملکہ ناطقہ اور عقل کی ضرورت بھی ہوتی ہے اس میں اپنے جیسے دوسرے افراد سے ابلاغ اور باہمی معاشرتی زندگی کے حصول و ارتقاء کی خاطر معاشرتی اقدار واصولوں کی ترسیل اور بقا کےلئیے ان اقدار کو منظم طریق پر لاگو کروا کر علوم کی تعلیم دی جاتی ہے، اس سارے عمل میں تمام افرادِ معاشرہ کو شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس درجے پر علم و تعلیم اور اعضائے حواس جسے اصطلاحاً 'بصارت' کہا جاتا ہے، یہ اوامر کافی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ تیسرا درجہ وہ ہے جسے عرف عام میں 'بصیرت' کہا جاتا ہے۔ اس درجہ میں کسی ادارے، کسی سلیبس یا کسی منظم گروہ یا مقررہ اوقات کی ضرورت نہی ہوتی۔اہل بصیرت ہونے کے لیئے کسی ادارے سے فارغ التحصیل ہونا لازم نہی۔ اِداروں کے فارغ التحصیل 'اہل بصارت' تو ہوتے ہیں مگر 'اہل بصیرت' ہونا ہر کسی کےمقدر میں نہی۔ اور 'اہل بصیرت' ہونے کے لیئے کسی ادارے کی ڈگری کی ضرورت نہی ہوتی۔ یہ تو وہ وجدانی درجہ ہے جو عطا ہوتا ہے ، حاصل نہی کیاجاتا اگرچہ علم اور تجربہ سے ،کسی حد اس مقام پہنچا جا سکتا ہے مگر یہ طے شدہ امر ہے کہ ہر کوئ اس مرتبہ کے قابل نہی ہوتا،بقول اقبال۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سِکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی[iii]

علم و حکمت میں نوعیت کا نہی درجے کا فرق ہے

علم و حکمت کےالفاظ کے مفاہیم میں امتیاز کرنا ضروری ہے ، ان میں مقصد اور نوعیت و غایت کا فرق ہے، لیکن ماہیت کے لحاظ سے دونو تقریباًً ایک ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے دو نام علیم و حکیم چھتیس مرتبہ اکٹھے بیان کیئے گئے ہیں اس کا مطلب یہی ہوا کہ ان میں نوعیت کا فرق نہی ہے۔[iv] بلکہ صرف درجے کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے 'سمیع ' ، 'علیم '، 'بصیر' اور 'حکیم' کا نام استعمال کیے ہیں نیز قرآنِ کریم کو بھی 'علم والی کتاب'، 'پڑھی جانے والی کتاب'،'عقل والوں کے لیے کتاب' اور 'حکمت کی کتاب' کا نام دیا ہے۔ مزید برآں نبی ﷺ کا کام بھی'خبر پہنچانا' کتاب کی تعلیم دینا اور حکمت بیان کرنا ہے۔

اس ضمن میں آنحضرتﷺ کی ایک دعا یاد رکھئیے :ربِ ذدنی علما (اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما) اور علامہ اقبال کی بیان کردہ آنحضرتﷺ کی دوسری دعا ۔ اللھم ارنی حقائق الاشیاء کما ھی۔ اللھم ارنی الاشیاء کما ھی۔ اے اللہ مجھے اشیاء کی ا صل حقیقت سے آگاہ کر۔[v]

آنحضرت ﷺ کی ان دو دعاؤں سے ثبوت ملتا ہے کہ کسی شے کاعلم ہونا ،علم کا اول درجہ ہے جب کہ اشیا کی حقیقت کا جاننا دوسرا درجہ ہے نیز حقیقتوں کا کُلی ادراک ہونا تیسرا درجہ ٔ علم ہے۔ عام علوم درجہ اول میں شمار ہوتے ہیں جو محض اطلاعات فراہم کرتے ہیں۔درجہ دوم میں وہ تخصیصی علوم آتے ہیں جو کسی خاص شعبہ میں تحقیق کر کے جزوی اشیاءکی حقیقّت تلاش کرتے ہیں۔ تیسرے درجہ میں وہ علوم آتے ہیں جو اشیاءکا کُلی علم حاصل کرنے کی تگودو کرتے ہیں اور ایک مجموعی نکتہ نظر سےایک ہمہّ گیر نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ان تینوں علوم کے زرائع بالترتیب، حواس، عقل، اور بصیرت ہیں، آخرالزکر کو'حکمت' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ فلسفہ ،کائنات کے کُلی علم کا دعویدار ہے اور اسی لیے اس مضمون کی نوعیت دیگر علوم سے یکسر جدا ہے، یہ حواس پر بھی اعتبار نہی کرتا ۔ اس کا مآخذِ علم بھی بصیّرت اور حکمت ہیں۔ مذہب بھی کائنات کا کلی علم فراہم کرنے کا دعویدار ہےا ور علم و حکمت کا منبعٔ مذہب کی اعلیٰ ترین ہستی یا حُقیقت اولی کو قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر ؑ کے سفر کے دوران ، سوال و جواب کو مد نظر رکھتے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیجیے۔ حضرت خضرؑ نے موسیٰ سے سوال نہ کرنے اور صبر کرنے کا کہا۔ دورانِ سفرجب حضرت خضر ؑ ایک کشتی کو نقصان پہیچایا، پھر ایک لڑکے کو مار ڈالا، اور ایک غیر مہمان نواز بستی والوں کی ایک دیوار کی مرمت کر دی۔ موسیٰؑ نے تینوں مرتبہ صبر نہ کیا اور سوال پیش کیئے کہ خضرؑ نے ایسا کیوں کیا۔ یہ اندازِ سوال و جواب ،نظریہ علم سے متعلق ہے جو واقعات کے اسباب و علل اور حواس و عقل کے معاملات کے دائراہ ٔکار میں آتا ہے۔ جب کہ خضرؑ کا انداز ، حکمت سےمتعلق تھا جو کہ ظاہری اسباب و علل اور زمان و مکان سےما ورا ٔ تھا۔[vi] حضرت خضر ؑنے بعد ازاں ان واقعات کی حکمت موسیٰؑ سے بیان کر کے یہ سمجھایا کہ موسیٰ کےعلم کے درجے سے حکمت کا درجہ بلند ہے۔

دانائ و دانش اور حکمت میں فرق نوعیت کا نہی بلکہ درجے کا ہے۔ دانش یا دانائ کا تعلق روزمرہ کے معاملات میں کسی واقعہ کے وقوع پزیر ہونے ، ان کی مکمل وجوہات جاننے،ان کے اسباب و علل کی روشنی میں نتیجہ نکالنے اور اسی طرح کے دیگر واقعات کے ممکنہ ظہور اور آئندہ ممکنہ نتأیج کی پیشگوئ کا نام ہے۔ا س کے بنیادی خواص میں عقل، طویل العمرتجربہ، فہم و فراست، اورزندگی کے تجربات کا نچوڑ شامل ہوتا ہے جبکہ حکمت سے مراد ا یسی صلاحیت ہےجس کا تعلق بالعموم روز مرہ کے عارضی مسأیل کی نسبت انسانی آفاقی مسائل اور ذہنی الجھنوں کی تسکین سے ہے۔ اس میں دانش و دانائ کے پہلو بھی پائیے جاتے ہیں اور ملکۂ بصیرت بھی شامل ہوتا ہےقرآن نے بار بار تدبر و تفکرکی اصلاح استعمال کی ہے اور غور و فکر پر اکسایا ہے اور غور و فکرنہ کرنے والوں کو چوپائےاور جانوروں سے بھی بدتر کہا ہے۔ مگر حکمت کو اپنا فضل کہا اور شکر کرنے کی ہدایت

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

کی ہے۔[vii] اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت و دانائی عطا کی، (اور اس سے فرمایا) کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

لفظ ’حکمت‘ کا مفہوم، لغوی معنی ،تاریخی اور تخصیصی عناصر کا جائزہ:

حکمۃُ سے مراد [viii] گھوڑے کی لگام ہے جو اس کے منہ کو، اس طرح کس لے کہ اسے اِدہر اُدہر نہ ہونے دے۔ دُوسرامطلب یہ ہے کہ ہر فرد کو بتا دیا جاے کہ اس کی آخری حدود کیا ہیں جن سے وہ تجاوز نہی کرسکتا۔ نیز عدل و اِنصاف کو نظر میں رکھنا تا کہ کوئی تجاوز نہ کرے۔’ حَکم ‘سے مرادکسی چیز کو ایک جگہ پر روک دینے کے ہیں تاکہ وہ مستحکم ہوجاے۔ قرآنِ کریم نے بھی اپنے لیے قرآنِ حکیم کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ اس میں وہ اصول بیان کیئے گئے ہیں جو کس بھی طرح کےتجاوز سے روک کر، متناسبت سے مستحکم اصول فراہم کرتےہیں۔

مندرجہ بالا مفاہیم[ix] کے علاوہ لفظ ’حکمۃ‘کا مطلب حد اِمتیاز قائم کرنا یا فیصلہ کرنابھی ہیں ۔اور یہ ’ اہم علوم کی مدد سے، اہم ترین حقائق کی دریافت‘ کا معنی بھی رکھتا ہے اور ’حکیم‘ کے معنوں میں ’جو صناعات کی باریکیوں تک باکمال خوش اسلوبی پہنچ سکےاور ان میں اتقّان پیدا کر سکے وہ حکیم ہے۔[x] حکمت ایسا کلام ہے جونافع ہو اور سفاہت، بے وقوفی، حماقت اورگھٹیا پن سے روکتا ہو۔ ایسا علم جو علم حقا ئق اور علمِ اِعلیٰ ہو۔ [xi] وہ بھی حکمت کہلواتا ہے۔ حکمت کے عام معنی ،علم و عقل کے زریّعےحق بات دریافت کرنا ہے، انسانی لحاظ سے حکمت سے مراد موجودات کی معرفت اور اعمالِ صالح سر انجام دینے کے ہیں۔جبکہ حکمت الہیٰ سے مراد اشیأ کی معرفت اور ماہیت کا علم ہے۔

حکمت کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ ’موجودات کے احوال کا ، بقدر طاقت بشری علم حاصل ہونا‘۔ حکمت کی دو اقسام ہیں اول، حکمت عملی، دوم حکمت نظری ۔ اول سے مراد ایسے افعال و اعمال ہیں جو انسانی قدرت کے دائرہ کار میں ہوں۔اس کی دو اقسام ہیں، علم السیاسۃ اور علم الاخلاق۔ جبکہ ثانی الذکر یعنی حکمت نظری کے تین درجے ہیں، ان حقائق سے متعلق علم ،جو خارجی وجود یا تعّقل کے لیے مادے کے محتاج نہی مثلاً علم الہیٰ، فلسفہ ا ولیٰ، علمِ کلی یا ما بعدالطبعّیات، درجہ دوم ،ریاضی کی تعلیم، درجہ سوم علوم الطبعّی وغیرہ۔[xii] علم اور عمل کی حدود و اِختیار کے اندر رہ کر روح کے ادراک کا نام بھی ’حکمت‘ ہے۔ حکمۃ سے مراد اعلیٰ ترین اشیأ کا علم ہےنیز علم و معرّفت اور دانائ بھی اس سے مراد ہے۔الحکمۃ التشریع ، ما الحکمۃفی ذالک ۔ ایسا کلام جس کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوں۔[xiii]

‘لفظ ’حکمت‘ کا انگریزی متبادل’ وزڈم ‘ہے اس سے مراد عملی زندگی میں ’بصیرت‘کا استعمال ہے۔ اس لفظ ’وزڈم ‘کے ماخذ قدیم زبانوں میں مختلف ہیں مگر سب کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔[xiv] اگر یہ تصور کیا جائے کہ مذہب زندگی کے نظریاتی اور عملی معاملات کا حل پیش کرتا ہے تو ’وزڈم‘ یا ’حکمت‘ اس کوشش کا ایک حصہ بن جاتی ہے،حکمت کا مآخذ اور تعلق بالعموم کسی دیوی یا دیوتا سے جوڑا جاتا ہے، اور مذہبی روایات کی تخلیق و ترویج میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ حکمت و دانائی کو دیوتاوں کا خاصّہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ واحدانیت پسند ی میں اللہ کو اعلیٰ ترین دانش کا درجہ دیا جاتا ہےنیز حکمت کی باتیں بالعموم ضّرب الامّثال کی صورت میں پیش کی جاتی ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں صحائفِ حکمت اور امثال کے ابواب بھی شامل ہیں۔

یونان میں علم فلسفہ کا آغاز اور تصوّر ِ دانش و حکمت:

فلسفہ کی حیثیت بطور ’حُبِ دانش‘ کے تصوّر نے ، حکمت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اسے ایک معیّاری علم کی حیثیت سے روشناس کروایا ہے۔ یونان کے سات دانشمند افراد کی مختلف فہرستوں میں مشترکہ نام تھیلیز کا ملتا ہےجب کہ فیثا غورث ’استادِدانش ‘کے خطاب سے جانا جاتا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سأینسی یا ریاضیاتی نظریات نہی بلکہ اس کا وہ تشریحی اندازِ فکر ہے جس میں اس نے اپنے کونیاتی نظام میں نظرّیہ اعداد کو مرکزی حیثیت دینے کے ساتھ ساتھ رسوّمات اور نظریہ روح کو بھی ایک نظامِ فکرکی وحدت میں سمو دیا ہے۔[xv] فیثا غورث پہلا انسان تھا جس نے خود کو فلاسفر یعنی’ حکمت سے محبت کرنے والا ‘کہلوایا۔ اگرچہ پہلا فلاسفرت،تھیلیز کو تسلیم کیا جاتا ہے مگر اس کے زمانے میں لفظ فلاسفر ایجاد نہی ہوا تھا بس لفظ دانشمند ہی کافی سمجھا گیا۔ تھیلز کا نام یونان کے سات دانشمندوں کی مختلف فہرستوں میں سے ہر فہرست میں پایا جاتا ہے اور یہی اس کی دانشمندی کا ثبوت ہے کہ ہر ایک نے اسے دانشمند شمار کیا۔ [xvi]

سوفسطائیوں نے دانش، دانائی یا حکمت کاعملی ا استعمال کیا ۔ انہوں نے، دلائل کے جدلیاتی طریق کواپنے خاص مقاصد کےلیئےعملیٔ طور لاگو کر کے اس وقت کے عقلی ، نظریاتی او رعملی مسائل کو حل کیا اگر چہ ان کا مطمع ءنظر بالخصوص علم کی ترویج و اشاعت نہی تھا لیکن ان کے طریق دلائل سے ، دانائ اور جدلیاتی طریقء بحث کو عملی فروغ حاصل ہوا۔ افلاطون نے دانائی اور حکمت کو خیرِ اعلیٰ سمجھا اور اس صفت کو الوہی خاصہ قرار دیا۔ ارسطو نے حکمت نظری اور حکمت عملی کا اختصاص قائم کر کے، حکمت و دانائ کے دو پہلووں کو روشناس کروایا۔[xvii] اس تخصیصی عنصر کی بنا پر ’حکمت ِعملی ‘سے انسانی زندگی اور’حکمتِ نظری ‘سے نظامہاے فکر و فلسفہ کی داغ بیل پڑی۔[xviii]

ما قبل سقراط تا افلاطون تک یہی نظریہ تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ حکمت سے مراد اشیأ کےوہ اصول اولیٰ ہیں جو کہ مثالی انسانی زندگی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔[xix] لیکن ارسطو نے حکمت نظری (سوفیہ) اور حکمت عملی (فرونیسز)کی جو

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

تخصیص قایٔم کی۔اس بنا پر حکمت کے دو انداز فکر سامنے آئے۔ اولاالزکر کی وضاحت یوں ہے کہ ایسی خاصیت جس کی بنا پر اشیاءکی حقیقتوں کو ازلی اسباب و علّل کے زریّعے سے سمجھا جا سکے یعنی ما بعدالاطبعیّاتی اندازِ فکر، لیکن اس میں وسیع معلومات اور مسایٔل کی گہری تفہیم کی ضرورت ہوتی ہے۔جب کہ ثانی الزکر سے مراد ایسی سوچ جس کی بنیاد پر ، عملی زندگی کے طرزِ عمل سے متعلق حتمیٰ فیصلے کیے جا سکیں۔نیز اس میں محتاط عقلی بصیرت اور معلومات کا تکنیکی استعمال ہوتا ہے۔ ارسطو کی یہ حکمت کی تقسیم اتنی قابل عمل تھی کہ دورِوسطی سےآج تک مستعمل ہے۔جسے روزمرہ زندگی میں ہم علمِ اولیٰ اور دانشمندانہ طرزِ ذندگی کے لیئے استعمال کرتے ہیں۔[xx]

عہد نامہ قدیم میں حکمت کا مفہوم:

عہد نامہ قدیم کے مطابق، عبرانیوں کے نزدیک حکمت ایک عملی خوبی تھی اس کے لیئے، کئی متبادل الفاظ بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ لیکن عام مفہوم میں ’حکمت ‘سے مراد اپنی خواہش کے مطابق نتیجّہ حاصل کرنے کے، درست طریقِ کار کو حکمت کہا جاتا تھا۔ ’علم‘ سے مراد معلومات کا ذخیرہ تھا جبکہ حکمت کسی خاص مقصد کے لئے علم کے ذخیرے کا درست استعمال تھا۔[xxi] حکمت کا منبٰع خدا کی ذات تسلیم کی جاتی ہے۔جیسا کہ ’۔۔۔جن کو رب نے حکمت اور سمجھ دی‘۔[xxii] سلیمان بن داود کی امثال کے حوالے سے بیان ہے کہ’ توان سے حکمت اور تربیت حاصل کرے گا، بصیرت کے الفاظ سمجھنے کے قابل ہو جائے گا اور دانائی دلانےوالی تربیت، راستی، انصاف اور دیانت داری اپنائے گا۔یہ امثال سادہ لوح کو سمجھ داری اور نوجوان کو علم اور تمیز سکھاتی ہیں۔ جو دانا ہے وہ سن کر اپنے علم میں اضافہ کرے جو سمجھ دار ہے وہ راہنمائی کا فن سیکھ لے ۔ حکمت اس سے شروع ہوتی ہے کہ ہم رب کا خوف مانیں۔ صرف احمق ہی حکمت اور تربیت کو حقیر جانتے ہیں۔[xxiii]

عہد نامہ جدید کے مطابق حکمت کا مفہوم:

نئے عہد نامے میں بھی حکمت کی نوعیت عملی ہے،یہ خدا کے فضل اور کرم کا نتیجہ ہوتی ہے جو وہ اپنے بندوں پرکرتا ہے۔ خدا وند مسیح نےاپنے شاگردوں کو یہ بخشش ورثے میں دی کہ اپنے ایسے مخالفین جو انہیں ایذا دیں، ان کی آزمائش کریں اور اپنے امتحان کے وقت اس حکمت سے لا جواب کر دیں۔[xxiv]

قرآن کا نظریہ حکمت:

اللہ پاک نے قرآن کے لئے ’قرآن حکیم ‘ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ قرآن نے مختلف جگہوں پر لفظ ’حکمت ‘کو مختلف انداز میں لیا ہے (جیسا کہ اُوپر تشریح سے واضح ہے) نیز اس کےمختلف مقاصد بیان کیے گئے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا کام آیات پڑھ کر کتاب کی تعلیم دینا اور حکمت سکھا نا اور پاک کرنا ہے۔[xxv] یہی نکتہ پھر واضح کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کا آنا مومنوں پر خدا کااحسان ہے کیونکہ پہلے وہ گمراہی میں مبتلا تھے اور نبی نے آ کر انھیں آیات پڑھ کر سنایٔں اور پاک کیا اور کتاب اور حکمت سکھایٔ۔[xxvi] یہاں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ گمراہوں کو پاک بھی کیا جاسکتا ہے اور علم بھی دیا جا سکتا ہے نیز حکمت کا سکھانا بھی ممکن ہے۔ (آگے جا کر مزید وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ ایسی عطا ہے جو عظیم بھلائی کے مترادف ہے)۔ مذید ثبوت یہ ہے کہ خدا نے فرمایا کہ اس نے کتاب اور حکمت اتاری اور وہ سکھایا جسے انسان جانتا نہی تھا اور اسے بہت بڑا فضل قرار دیا ہے۔[xxvii] اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سےواقعہ بیان کیا ، کہ آپ نے حکمت کا مقصد یوں واضح فرمایا کہ وہ جب معجزا ت لائے تو کہا میں حکمت لے کر آیا ہوں ، اس کا مقصد یہ ہے کہ جن باتوں پر تم میں اختلاف ہے، انہیں واضح کر دوں۔[xxviii] اللہ نے اپنی کتاب اور حکمت کے نزول کا مقصد یہ بتایا ہے کہ جس سے وہ نصحیت کرتا ہے اور اسے احسان کا نام دے کر یاد کرنے کا حکم دیا ہے۔[xxix] مذید یہ کہ علم کا حصول تو سب پر فرض ہے مگر حکمت عطا کی جاتی ہے اور حکمت کی عطا کا مطلب عظیم بھلائی کا پانا ہے۔[xxx] قرآن فرماتا ہے کہ آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی ۔[xxxi] داوٗدؑ کو مملکت اور حکمت اور جتنا علم چاہا عطا کیا۔[xxxii] اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی کہ تو اللہ کا شکر کر۔[xxxiii] اللہ تعالیٰ اسے(عیسیٰ کُو) لکھنا، اورحکمت اور توراۃ اور انجیل سکھائے گا۔[xxxiv] اور جب کہ میں نےتم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اورتوراۃ اور انجیل کی تعلیم دی۔[xxxv] اللہ نے تجھ پرکتاب اور حکمت اتاری ہےاور تجھے وہ سکھایا جسے تو نہی جانتا تھا۔[xxxvi]

قرآنی نظریہ حکمت کے بنیادی خصائص:

مندرجہ بالا آیات کی شہادت پر حکمت کے درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں، جن کی روشنی میں لفظ ’حکمت‘ کی قابل قبول تعریف پیش کی جا سکتی ہے۔ حکمت کے نزول کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو حکمت اور نصیحت کےساتھ رب کی راہ کی طرف بلایا جائے اور اچھے طریقے سے گفتگو کا حکم بھی ساتھ ہی بتا دیا گیا ہے۔[xxxvii] حکمت سے مرادایسا علم ہے جو کتاب کے علم سے اُونچا ہے ، ظاہری اسباب و عقل سے بڑھ کرہے، اسے سکھایا بھی جا سکتا ہے اور یہ رب کی عنایات میں شمار ہوتا ہے۔ حکمت سے اختلافات دور ہوتے ہیں۔ یہ ایسی حد فاصل ہے جو کسی کو تجاوز سے روک کر، درست فیصلہ کرنے کے اصول فراہم کرتی ہے۔ جن باتوں کو انسان حواس و عقل سے نہیں جانتا ان باتوں کا علم عطا کرتی ہے،یہ علم اور صلاحیت، خدا کی کی طرف سےعظیم بھلائ اور احسان ہے۔

نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:

حکمت مومن کا کھویا ہوا مال ہے ، لہذا اسے لے لو چاہے اہل نفاق سےملے۔[xxxviii] مذید ارشاد فرمایا کہ: حکمت جہاں سےبھی

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

ملے لے لو، حکمت منافق کے دل میں بھی ہو سکتی ہے، لیکن وہاں یہ بیتاب رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہاں سے نکل کر مومن کے دل میں اپنی ہمجولیوں کے ساتھ سکون پزیر ہو جاتی ہے۔[xxxix]

صوفیانہ اقسام حکمت:

حکمت کا لفظ بالعموم صوفیا کرام ایسے علم کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کا مطمع نظر جوہر اورعرض کے مفاہیم اور ان میں تخصیّصی خصائص کا جائزہ نیز اس کے نتیجہ میں وجود پانے والی اشیا ، ان کی موجودگی کی وجوہات، اثرات اور استعمالات سے متعلق ہو۔[xl] قرآنِ کریم کا کہنا ہے[xli] 'ان کو ہدایت دینا آپ کے ذّمہ نہی بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہےہدایت سے نوازتا ہے' صوفیاء کے بقول لفظ حکمت میں چار اقسام کی حکمتیں یا دانائیاں پوشیدہ ہیں ۔

اولاً، الحکمت المنطقہ(حکمت قولی) جسے قرآن نے 'راستہ' کا نام دیا ہے۔

ثانیاً ،الحکمت المسکوتہ (حکمت بے لفظی) ایسی باتین جو صرف صوفی ہی سمجھ سکتے ہیں ا ور عوام الناس اس سے بے بہرہ رہتے ہیں۔

ثلاثہ، الحکمت المجہولہ(حکمت نامعلومہ یا پوشیدہ) سے مراد خالق کے ایسے اعمال جن کی حکمت عوام الناس کی سمجھ سے بالا ہے مثلاً مخلوقِ خدا پر درد کی افزودگی، معصوم بچوں کی اموات، جہنم کی ابدی آگ۔ ان حقائق پر ہم یقین تو رکھتے ہیں مگر ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

رابعا ، الحکمت الجامعہ(حکمت مجموعیہ)، علم ِ حق یا سچائی کی حکمت کا علم اور اس کے مطابق عمل نیز باطل کاادراک اور اس کا ابطال ہے۔

علمی و سائینسی نکتۂ نظر :

حکمت سے متعلق مذہبی موقف کے بعد ، علمی و سائینسی نکتۂ نظر سے حکمت کی اصطلاح وسیع معنوں میں یوں بیان کی جاتی ہے کہ:ایسی بشری صلاحیت جوزندگی کے مسائل سے نپٹنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا عقلی نظام ہے جو کائنات، فلسفہ اور سائنس کے آغاز سے بحث کرتا ہےاور اس کے دائرہ کار میں الوہی تجسیمات یعنی خدا، دیوی دیوتا اور ان کی صفات سے متعلق مفروضات بھی شامل ہیں۔[xlii] حکمت کے دائرہ کار میں آنے والے موضوعات مثلاً دنیا اور زندگی کا ربط ۔ یہ بسا اوقات مذہبی بصیرت اور عارفانہ رنگ میں بھی جانے جاتے ہیں۔ وحی کے مواد کو حکمت کا عنوان بھی دیا جاتا ہےجیسے کہ 'حکمت سلیمان'۔[xliii] اور عہد نامہ قدیم کی دیگر کتب، مثلاًزبور، امثال ،غزل الغزلات، واعظ وغیرہ۔ وحی اور حکمت کو بالعموم ضرب الامّثال کے انداز میں بھی بیان کیا جاتا ہے۔ انسانی زندگی اور تجربات کو حکیمانہ اور صوفیانہ شاعری میں بھی بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ حکمت رومی وغیرہ یا شیخ سعدی کی حکایت وغیرہ کے انداز میں، بعض اوقات عظیم شخصیات سے متعلق دانشمندانہ وا قعات بھی حکمت کے آیئہ دار ہوتے ہیں،مثلاً حضرت علیؑ کی حکمت کے واقعات میں سے ایک لیجیئے، ایک مالدارگھوڑا سوارا نے راستے میں کسی مفلوک ا لحال آدمی کو اپنے ساتھ بٹھا لیا، خوبصورت عربی گھوڑا دیکھ کر غریب آدمی کی نیت بدل گئی اور اس نےشہر پہنچ کر خود کو عربی گھوڑے کا مالک قرار دے دیا۔جھگڑا بڑھا اور مقدمہ حضرت علیؑ کے روبرو پیش ہوا، غریب آدمی کا موقف تھا کہ اس کو اس گھوڑے سے محبت ہے اور اس کو خریدنے کے لئے اس نےاپنا سارا مال و اسباب بیچ دیا اور اسے خریدنے میں وہ مفلوک الحال ہو گیا جبکہ بظاہر امیر دکھنے والے کو اس نے راستے میں سواری کی پیشکش کی تھی مگر امیر آدمی اپنی ظاہری حیثیت اور میری ظاہری مفلوک الحالی سے فایدہ اٹھا کرگھوڑے کا داعویدار بن گیا ہے۔ دوسری طرف امیر آدمی کا موقف تھا کہ یہ گھوڑا اسی کی ملکیت ہے، اب فیصلہ صرف دلایل کی بنا پر کرنا مشکل تھا، علم اور واقعات دونو طرف مضبوط تھے۔ عقل و دانش ُچپ تھے یہ وہ مرحلہ تھا جہاں منطقی دلائل نا کافی تھے علم اور دانش کی حدود کا اختتام تھا ۔ یہاں وہ مقام تھا جہاں سے بصیرت کا دائرہ عمل شروع ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ نے حکم فرمایا، دونوں میں سےپہلے ایک فرد گھوڑے کو چھوئے اور پھر دوسرا فرد چھوئے۔ پھر آپ نے فیصلہ امیر آدمی کے حق میں دے دیا۔ غریب نے شکایت کی تو کہا کہ گھوڑاے کو جب تم نے چھوا تو گھوڑے کے لیے وہ لمس اجنبی تھا اور گھوڑے نے نفرت کا اظہار کیا۔ مگر جب امیرآ دمی نے چھوا تو گھوڑے نے لمس کو پہچانا اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ گھوڑا امیر آدمی کا ہے جس کی گواہی خود گھوڑے نے دی۔ غریب آدمی جھوٹا ثابت ہوا اور اپنا جھوٹ تسلیم کر لیا۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ علم کی حدود سے آگے ،حکمت کی ابتدا ہوتی ہے، بصارت ا ورعقل محتاج ہیں علمی ذرایع کے، جبکہ حکمت ان سے ماورا ہے یہی وجہ ہے کہ اسے خیر کشیر کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہر اہل علم بھی ،حکمت یا بصیرت کا اہل نہی ہوتا۔ نیز حکمت، زندگی کے ایسے مسائل کو زیر بحث لاتی ہے جہاں عقل و دا نش، سلسلہ اسباب و علل، تجربہ و بصارت کی حد ختم ہو جاتی ہے ، حکمت کا دائرہ کار آفاقیت کا حامل ہوتا ہے جو تما م ادوار میں تمام افراد کے لیے آفاقی رہنمائ فراہم کرتی ہے۔ مذہب بھی زندگی میں کُلیت اور آفاقیت کا داعویدار ہے لہٰذا حکمت مذہب کا بھی حصہ ہےقرآن کا مُوقف ہے کہ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔[xliv] اوراللہ تمھیں سمجھانےکے لیئے ان آئتیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔[xlv]

یہی سبب ہے کہ دورِ قدیم سے یعنی بابل، سومر میسوپوٹیمیا، اسرأیل میں قدیم یہودیت، ایران میں زرتشتیت، انڈیا میں مہابھارت اورگیتا اور بدھا ازم ، چین میں کنفیوشس ازم، ان تمام قدیمی مذاہب کے ادب اور الہامی و مقدس کتب میں حکمت پائ جاتی ہے اور الوہی حکمت کو عام فہم و دانش سےبرتر درجہ دیاجاتا ہے۔

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

حاصل بحث:

سقراط نے خود تو کوئی فلسفہ پیش نہ کیا مگرایک ایسا فلسفیانہ طریقہ ضرورروشناس کروا یا جس کی بنا پرعلمیاتی فلسفیانہ سولات کی نوعیت ، ان کی اہمیت نیز سوالات کے تجزیہ کاطریقہ وضع ہوا۔اس طریق کار کو سقراطی طریقہ کار کہا جاتا ہے اس کی بنیادی خصوصیات میں مکالماتی، استقرائ، استخراجی، سوالاتی،تشکیکی،تعرّیفی،تصورّاتی ہونے کے علاوہ ،اہم خصوصیت یہ تھی کی اس کے زرئعے علمیاتی سوالات کو وجودیاتی حیثیت دینے کی غلطی سے بچا جا سکتا تھا۔ مثلاً سقراط اپنے ذہن میں موجود سوالات کے جوابات کے حصول کی خاطر شہر کے چوراہوں پر رُک کر ،اس زمانے کے اہل علم سے، اس کے کچھ سوالات کے جوابات دینے کی درخواست کرتا، سوالات بالعموم ایسے ہوتے کہ: نیکی کیا ہے؟ سفیدی کیا ہے؟عدل کیا ہے؟ حکمت کیا ہے؟وغیرہ ۔ اہل علم جوابات دیتے کہ غریب کی مدد کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا،یہ نیکی ہے۔سفیدی سے مرادسفید چیزیں ہیں مثلاً سفید کپڑا یا انڈہ وغیرہ۔ یا عدل سے مراد عدل کے کام کرنا ہے،حکمت سے مراد حکمت یا علم کی باتیں کرنا ہے۔ سقراط ان جوابات سےمطمعین نہ ہوتا بلکہ کہتا کہ میں نے تو نیکی، سفیدی، عدل اور حکمت کی تعریفیں پُوچھی تھیں لیکن آپ نے نیک کام، سفید چیزیں، عدل کے کام اور عقل و حکمت کی افعال گنوا دیئے۔اصل سوالات تو ویسے ہی ہیں،یہ تو تجریدی تعریفیں اور علمیاتی سوالات تھے جب کہ جوابات دینے والوں نے انہیں وجودیاتی اعمال بنا دیا تھا۔ اس بحث سے ثابت ہو اکہ تجریدی تصورات کو، اس مادی دنیا کے مادی حوالوں کے بغیر سمجھنا مشکل ہے۔ ہماری تمام علمیات ،پیدأیش کے لمحات سے آخر تک مادی حوالوں کے تانے بانے پر مشتمل ہوتی ہے اور ہم مادی حوالوں کے بغیرتجریدی تصورات کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن تجریدی تصوّرات کو ہم سمجھ نہی سکتے ہیں تو وہ ہمارے اعمال کا معیار کیسے ہو سکتے ہیں؟نیکی یا عدل کے تصوّر ات کے بغیرکوئی عمل کس بنیاد پر نیک یا عادل عمل ہوسکتا ہے؟سفیدی کے تجریدی تصور کے بغیر کوئ شئے سفیدکیسے کہلوا سکتی ہے؟حکمت کے تصور کے بغیر کس طرح کسی عمل کو حکیمانہ تصوّرکیا جا سکتا ہے؟

اس مسئلہ کو افلاطون نے حقیقی طور پر سمجھا۔ افلاطون نے تجریدی تصوّرات کی ایک تجریدی دنیا کا نظریہ پیش کیا۔ یہ دنیا ،تجریدی اس لیئے تھی کہ یہ تمام تجریدات کا منبع اورمسکن تھی ۔ اوریہ دنیا مادی اس لئے نہی ہو سکتی تھی کہ مادہ ، وقت اور جگہ کے دائرہ میں مقید ہے اور پیداش و خاتمہ کا محتاج ہے ۔ تجریدی دنیا کی تجریدات مستقل اور ابدی ہیں، اس مادی دینا کی جو چیز جس حد تک ان تجریدات کی نقل کرتی ہی وہ چیز اتنا ہی حقیقیی لگتی ہے، کوئ چیز جتنی سفید لگتی ہے اصل میں وہ چیز ، سفیدی کی تجرّید(جسے افلاطون ’مثل ‘ کا نا م دیتا ہے)کے اتنا ہی قریب ہوتی ہے۔ کوئ کام اتنا ہی نیک عمل ہو گا جتنا کہ وہ نیکی کی ’مثل ‘کے قریب ہوگا یا اس میں جتنا حصّہ نیکی کی ’مثل‘ کا ہو گا۔ کوئ بات اتنی ہی حکیمانہ ہو گی جتنا کہ اس میں ’حکمت‘ کی ’مثل ‘ کا حصہ ہو گا۔ یہاں یہ ثابت ہوا کہ کامل طور پر کچھ بھی اپنے ’مثل ‘ کا ’عین‘ نہی ہوسکتا۔ نیک عمل سے مراد ’نیکی ‘کی ’مثل‘ کی شراکت داری ہے،سفید چیز سےمراد ’سفیدی‘ کی ’مثل‘ کی حصہ داری ہے، حکیمانہ بات یا کام سے مراد ’حکمت‘ کی ’مثل‘ کا اس میں حصّہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار کام، نیک کام ہیں، بے شمار چیزیں سفید چیزیں ہیں، بے شمار اعمال ، حکیمانہ اعمال ہیں، کیونکہ ان تمام میں اپنی ’مثل‘کا حصہ شامل ہوتا ہے۔ ان تجریدات کا صد فی صد علم ممکن نہی ہے۔ اشیأ اور اعمال کا نیک و بد،سفید یا غیر سفید ،اچھایا بُرا ، کہلوانا اس عمل یا کا م کااپنی متعلقہ ’مثل‘ میں شراکت پر منحصر ہےتجریدات کا علِم کامل حاصل ہونا ، ناممکن الحصول ہےلہٰذا زیرِ بحث تصوّر یعنی ’ حکمت کا تصوّر‘یہ بھہی ایک تجرید ہے ، اس کی بھی کامل تعریف نا ممکن ہےلیکن افلاطون کے تصورِ امثال کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو کام اس مثل سے جتنا منسلک ہے ، وہ کام اتنا ہے حکمت سے بھرپور ہے ۔مگر مذہب خدا کی عطا کردہ ’خیرِ کثیر‘کے مطابق کیے گئےکاموں کو حکیمانہ کام قرار دیتا ہے۔

علم فلسفہ ،جو ’حکمت‘سے محبت کا علم ہونےکا دعویدارہے، اس کے ہر نظریہ میں حکمت تو موجود ہے لیکن کوئ بھی نظریہ ’حکمتِ کامل‘ ہونے کا درجہ نہی رکھتاکیونکہ فلسفے کی سرشت ہی تشکیکی ہے۔ اگرچہ فلسفے کا ہر نظریہ آفاقیت ،عقلی تدبر اور حکمت سے معموّر ہے اور ان کی روشنی میں، انسانی ذہنی مسائِل، انسان کی تخلیق، وسیع کائِنات میں انسان کا درجہ،پیدأیش کا مقصد، کائِنات کے آغاز و انجام، انسانی علم کے ذرائع، اعمال کی نوعیت، اچھے بُرے اعمال کی جزا و سزا،انسان کا انسانوں سے تعلق ،جیسے مسائِل سےمتعلق راہنمائ فراہم کرتا ہے۔

مذید برآں ’حکمت کامل ہونا‘ اور ’حکمت سے محبت ہونے‘ کا فرق ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔فلسفہ ،حکمت سے محبت کا علم ہے اس کا دعوی’ حکمت کامل‘ ہونے کا نہی ہے۔ جبکہ الہیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے ’حکیم‘ کا لفظ ا ور قرآن کے لیئے ’قرآنِ حکیم‘کا لفظ استعمال کیا ہے۔ نبی کےتفویض کردہ کاموں میں کتاب و حکمت کی تعلیم دینا اور حکمت کہ جن کو وہ ملے ’ خیرِ کثیر‘ملنے کا عندیہ دیاہے۔فلسفہ اپنی تشکیکی سرشت کی بنا پر حکمت کامل کا دعویٰ نہی کرتا ۔مگر مذہب حکمت کامل کا دعویدار ہے کیونکہ وہ اللہ جو کہ خود کوحکیم کہتا ہے، اس کی طرف سے نازل کی جاتی ہے اور انبیاء خواہشِ نفس سے کچھ نہی کہتے۔ان کا کام ہی کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔ مذہبی نکتہء نظر سے مذہبی احکام کوان کی اصل روح کی تفہیم کی روشنی میں سرانجام دینے کا نام’حکمت‘ ہے۔

Notes and references:

---

[i] ‘**Philo’** means ‘Love’ and ‘**Sophia’** means ‘Wisdom’ while ‘**Philosophy’** means ‘Love for Wisdom’

---

ii https://www.banuri.edu.pk/readquestion/hakeem-ka-lafz-tabib-aur-doctor-k-lye-istemal-karna-200020/07-01-2021

iii محمد اقبال، کلیاتِ اقبال،(بال جبرئیل)، اقبال اکادمی ، لاہور۔ ص۳۵۳

iv اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۸۔ ص۴٦۸

v محمد اقبال، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ، مترجم سید نذیر نیازی، بزم اقبال ، کلب روڈ لاہور، ص ۴۔

vi قاصر محمد طاہر، قصص الانبیاء ، مشتاق بک کارنر،لاہور، ص،۲۸۶،۲۸۷۔

vii Al-Quran, (Luqman 31:12)

viii غلام احمد پرویز، لُغات القرآن، طلوع اسلام ٹرسٹ، لاہور ،ص ، ۵۳۲

ix اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور جلد ۸۔ ص۴٦۷

x ایضاً ۔ ص۴٦۷

xi ایضاً ۔ ص۴٦۸

xii ایضاً ۔ ص۴٦۹

xiii مولانا عمید الذمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۱، ص ۳۲۵

xiv Lindsay Jones, Encyclopedia of Religion. Vol. 14 (New York: Macmillan Reference, 2005), 9746.
The word "Wisdom": The **indo-European** origin is ***'ueid'*** that means seeing or perceiving. The **Greek** origin is ***'idein'*** which stood for ***'idea'*** while **Latin** equivalent is ***'videre'*** that means ***' 'to see'.*** The **German** words are ***'weisheit'***(wisdom), ***'Wissen'***(knopwledge), ***'wissenschft'***(science). The wisdom of any person depends on the one's seeing and due to this knowing. The wisdom is in fact a practical knowledge that shapes human behaviour towards the 'world'. The **Hebrew** origin is ***'hokhmah'*** based on ***'h k m'*** that stood for 'ability or skills'. The **Akkadian** ***'nemequ'*** meant ***'skill and dexterity.*** The ***Greek*** word ***'sophia'*** meant 'skill or cleverness' in any profession of life. In the Akkadian language the word ***'ummau'*** was used for the learned person or for the teacher of wisdom. In **Arbic,** the word **'حکمة'** is used for **'wisdom'.**

xv Lindsay Jones, Encyclopedia of Religion. Vol. 14 (New York: Macmillan Reference, 2005), 9747.

xvi Bertrand Russell, History of Western Philosophy (New York: Routledge, 1996), 34

xvii '**phronesis**' practical wisdom of everyday life while '**Sophia**' (theoretical wisdom) which was related to the 'first things'.

xviii Lindsay Jones, Encyclopedia of Religion. Vol. 14 (New York: Macmillan Reference, 2005), 9747.

xix Robert Audi, Cambridge Dictionary of Philosophy (Cambridge: Cambridge University Press,1999), 976.

xx Robert Audi, Cambridge Dictionary of Philosophy (Cambridge: Cambridge University Press,1999), 976.

xxi ایف ایس خیراللہ، قاموس الکتاب،مسیحی اشاعت خانہ،لاہور،۱۹۹۳ص۳۳۳

xxii کتاب مقدس، خروج، ۳٦۔۱۔

xxiii ایضاً ۔ ، امثال، ۱۔۱۔

xxiv ایف ایس خیراللہ، قاموس الکتاب،مسیحی اشاعت خانہ،لاہور،۱۹۹۳ ص ۳۳۴،

xxv Al-Quran, (Al- Baqra, 2: 129)

xxvi Al-Quran, (Al- Imran 3: 164)

xxvii Al-Quran, (Al- Nisa 4: 113)

xxviii Al-Quran, (Al- Zukhrf, 43: 63)

xxix Al-Quran, (Al- Baqra, 2: 231)

xxx Al-Quran, (Al- Baqra, 2: 269)

xxxi Al-Quran, (Al- Nisa, 4: 54)

xxxii Al-Quran, (Al- Baqra, 2: 251)

xxxiii Al-Quran, (Luqmaan, 31: 12)

xxxiv Al-Quran, (Al- Imran 3: 48)

xxxv Al-Quran, (Al- Maa'yda 5: 110)

INVERGE JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES
https://invergejournals.com/
ISSN (Online): 2959-4359, ISSN (Print): 3007-2018
Volume 4 Issue 2, 2025

[xxxvi] Al-Quran, (Al- Nisa 4: 113)
[xxxvii] Al-Quran, (Al- Nahal, 16: 125)
[xxxviii] نہج البلاغہ، (خطبات حضرت علیؓ) مترجم علامہ سید شریف ، شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہورارشاد نمبر۸۰

ص۸۳۵،

[xxxix] ایضاً ۔ ارشاد نمبر۷۹ ،ص۸۳۴

[xl] Thomas Patric Hughes, A Dictionary of Islam (Lahore: Premier Book House, 1964), 175.
[xli] Al-Quran. 2:272
[xlii] Lindsay Jones, Encyclopedia of Religion. Vol. 14 (New York: Macmillan Reference, 2005), 9747.
[xliii] Pike, E. Royston, Encyclopaedia of Religion and Religions (Bristol: Bennet Brodhers ltd., 1951), 396.
(Book of Wisdom or Wisdom of Solomon)
[xliv] Al-Quran, (Al-Yunus 10: 1)
[xlv] Al-Quran, (Al-Noor 24: 18)